29مارچ1961

ازعدالت الاعظمیٰ

شیو بکس موہتا و دیگر
بنام
شریمتی تلسی منجاری داسی و دیگر

(پی بی گجیندرگڈکار اور کے این وانچو، جسٹسز)

مشق۔اخراجات کے لیے سیکیورٹی۔ سپریم کورٹ میں اپیل۔ہائی کورٹ کی طرف سے دی گئی سرٹیفکیٹ ۔ ہائی کورٹ کا وقت بڑھانے کا اختیار۔تحت ضابطہ دیوانی ، 1908 (ایکٹ 5 آف 1908)، آرڈر45، رولز 7،10، 11۔ سپریم کورٹ رولز،1950،آرڈرXII،رول3۔

اپیل کنندہ کی طرف سے کی گئی درخواست پر کلکتہ ہائی کورٹ نے 18 مئی 1956 کو ایک سند دی،جس سے وہ ہائی کورٹ کے فیصلے اور فرمان کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کر سکے۔تحت ضابطہ دیوانی، 1908 کے آرڈر45،رول 7(1)(اے) کے تحت،اپیل کنندہ کو مدعا علیہ کے اخراجات کے لیے سیکیورٹی کی رقم نوے دن کے اندر یا اس طرح کی مزید مدت کے اندر جمع کرنی تھی،جو ساٹھ دن سے زیادہ نہ ہو،جیسا کہ عدالت شکایت شدہ حکم نامے کی تاریخ سے،یا سرٹیفکیٹ کی منظوری کی تاریخ سے چھ ہفتوں کے اندر،جو بھی بعد کی تاریخ ہو۔مقررہ تاریخ پر رقم جمع کرنے سے قاصر ہونے کی وجہ سے،اپیل کنندہ نے 4جولائی 1956 کو ہائی کورٹ کے سامنے ایک درخواست دائر کی جس میں درخواست کی گئی کہ اس کی طرف سے دی گئی رقم تاخیر کو معاف کرنے کے بعد قبول کی جائے،لیکن ہائی کورٹ نے اسے اس بنیاد پر مسترد کر دیا کہ اس عدالت کے فیصلوں کے یکساں موجودہ کے مطابق اسے رقم جمع کرنے کے لیے وقت بڑھانے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں تھا۔

یہ مانا گیا کہ تحت ضابطہ دیوانی، 1908 کے آرڈر 45، رول 7 کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ مذکورہ آرڈر کی دیگر متعلقہ دفعات کے ساتھ، ہائی کورٹ کو اس رول کے تحت سیکیورٹی فراہم کرنے کے لیے وقت بڑھانے کا دائرہ اختیار حاصل ہے، اور اس کے برعکس کلکتہ ہائی کورٹ کے فیصلے غلط ہیں۔

سپریم کورٹ رولز، 1950 کا آرڈر X II، رول 3، واضح طور پر تسلیم کرتا ہے اور ہائی کورٹس کو دائرہ اختیار دیتا ہے کہ وہ کسی مناسب معاملے میں سیکیورٹی فراہم کرنے کے لیے وقت میں توسیع کرے۔

راجہ کمار گووند نارائن سنگھ اور دیگر بمقابلہ شام لال سنگھ اور دیگر، (1934) 39 سی ڈبلیو این 651 اور اکیم الدین چودھری بمقابلہ فتح چند مہیشری اور دیگر، (1939) 44 سی ڈبلیو این 920، نے انکار کر دیا۔

رائے جیوتیندر ناتھ چودھری و دیگران بمقابلہ رائے پرسنا کمار بنرجی بہادر، (1906) 11 سی ڈبلیو این 1104، ہریندر لال چودھری بمقابلہ محترمہ۔ ہری داسی دیبی، (1909) 14 سی ڈبلیو این۔ 420، نیلکنٹھ بلونت ناٹو اور دیگران بمقابلہ شری سچدانند ودیا نرسنہا بھارتی اور دیگران، (1927) آئی ایل آر 51 بمبئی 430، بشناتھ سنگھ اور دیگران بمقابلہ بلونت راؤ نائک کالیا اور دیگران، آئی ایل آر (1939) آل 549، اسماعیل پائپرڈی بمقابلہ مومن بی بی اور دیگران، (1939) رنگون ایل آر 668، لکمیشور پرساد شکول بمقابلہ گردھاری لال چودھری، (1940) آئی ایل آر 19 پٹنہ 123، غلام رسول بمقابلہ غلام قطب الدین، (1942) آئی ایل آر 23 لاہور 447، غلام حسین بمقابلہ منصور بیگ اور دیگران، آئی ایل آر (1952 ناگالینڈ) 406 اور تھوٹا پچایہ و دیگران ایم ویدنتا نرسما چریلو و دیگران آئی ایل آر (1956) آندھرا 55، منظور شدہ۔

دیوانی اپیل کا دائرہ اختیار : 1958 کی دیوانی اپیل نمبر 34۔

1955 کے ایس سی نمبر 32 میں اپیل میں کلکتہ ہائی کورٹ کے 6 جولائی 1956 کے حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل۔

اپیل گزاروں کی طرف سے این سی چٹرجی اور ڈی این مکھرجی۔

جواب دہندگان کے لیے شیام داس بھٹاچاریہ اور ایس این مکھرجی۔

29 مارچ 1961 عدالت کا فیصلہ بذریعہ سنایا گیا۔

جسٹس گجیندر رگڈکر۔ اس اپیل میں جو قانون کا مختصر سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا کلکتہ ہائی کورٹ کے پاس تحت ضابطہ دیوانی کے آرڈر 45، رول 7 کے تحت مدعا علیہان کے اخراجات کے لیے سیکیورٹی فراہم کرنے کے لیے وقت بڑھانے کا دائرہ اختیار تھا۔ کلکتہ ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا ہے کہ اپیل گزاروں کی درخواست کے مطابق وقت میں توسیع کرنے کا اس کا کوئی دائرہ اختیار نہیں ہے، اور اس لیے اس کی طرف سے اپیل گزاروں کو اپنے ہی فرمان کے خلاف اس عدالت میں اپیل کرنے کے لیے پہلے سے دیا گیا سرٹیفکیٹ منسوخ کر دیا گیا ہے۔ مذکورہ سرٹیفکیٹ کو منسوخ کرنے کے حکم نے خصوصی اجازت کے ذریعے اس اپیل کو جنم دیا ہے؛ اور اس لیے جس واحد سوال پر ہمیں غور کرنے کے لیے کہا جاتا ہے وہ کوڈ کے آرڈر 45، رول 7 کے ساتھ ساتھ سپریم کورٹ رولز کے آرڈر XII، رول 3 کی تشکیل ہے۔

موجودہ تنازعہ کا باعث بننے والے متعلقہ حقائق متنازعہ نہیں ہیں۔ اپیل گزاروں نے چھ مدعا علیہان کے خلاف 24 پرگنہ کے ماتحت جج کی پہلی اضافی عدالت میں مقدمہ (نمبر 73 آف 1944) دائر کیا تھا۔ اس مقدمے میں انہوں نے زیر بحث غیر منقولہ جائیداد کے حق کا اعلان کیا اور اپنے منافع کے ساتھ مذکورہ جائیداد کے قبضے کی وصولی کے لیے دعا کی۔ معروف ٹرائل جج نے 20 مارچ 1948 کو مقدمے کا فیصلہ سنایا۔ اس کے بعد جواب دہندگان کے دو سیٹوں کی طرف سے مذکورہ فرمان کے خلاف دو اپیلیں دائر کی گئیں (1948 کی اپیل نمبرات اور 1948 کی 135) ان دو اپیلیں 1948 کی اپیل نمبر 135 کو مسترد کر دیا گیا لیکن اپیل نمبر۔ 1948 کے آئی ایل کی جزوی طور پر اجازت دی گئی تھی اور مدعا علیہ 3 کے خلاف اپیل گزاروں کو قبضہ اور بہت زیادہ منافع دینے والے اپیل گزاروں کے حق میں منظور شدہ فرمان کو کالعدم قرار دے دیا گیا تھا۔ اس کے بعد اپیل گزاروں نے کلکتہ ہائی کورٹ سے ایک سرٹیفکیٹ کے لیے درخواست دی اور حاصل کیا تاکہ وہ اس عدالت میں اپیل کر سکیں۔ اپیل کے تحت حکم نامہ ایک الٹ تھا اور ٹرائل کورٹ اور اس عدالت کے سامنے مطلوبہ اپیل دونوں میں تنازعہ کے موضوع کی تشخیص اس

جانب سے مقرر کردہ قانونی حد سے تجاوز کر گئی تھی اور اس لیے اپیل گزار درحقیقت آئین کے آرٹیکل 133 (1) (اے) کے تحت سرٹیفکیٹ کے حقدار تھے۔ اس کے مطابق 18 مئی 1956 کو ایک سند جاری کی گئی۔ 500 ,2 روپے کی سیکیورٹی رقم اور 1,184 روپے کی پرنٹنگ لاگت جمع کرنے کی آخری تاریخ 29 جون 1956 تھی۔ اپیل گزاروں کے مطابق ان حالات کی وجہ سے جن پر ان کا کوئی کنٹرول نہیں تھا وہ مقررہ تاریخ پر مذکورہ دو رقوم جمع نہیں کر سکے۔ نتیجتاً 4 جولائی 1956 کو، انہوں نے ہائی کورٹ کے سامنے ایک درخواست دائر کی جس میں درخواست کی گئی کہ ان کی طرف سے دی گئی مطلوبہ رقوم کو ان کی طرف سے مذکورہ رقوم کی ادائیگی میں کی گئی تاخیر کو معاف کرنے کے بعد قبول کیا جائے۔ اس درخواست کو اس بنیاد پر مسترد کر دیا گیا کہ مذکورہ عدالت میں فیصلوں کے یکساں موجودہ کے مطابق اس کے پاس سیکیورٹی کی رقم جمع کرنے کے لیے وقت بڑھانے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں ہے۔ یہ اس حکم کے خلاف ہے کہ اپیل کنندگان خصوصی اجازت کے ذریعے اس عدالت میں آئے ہیں۔

ضابطہ اخلاق کا حکم 45، قاعدہ 7، سپریم کورٹ میں اپیلوں سے متعلق باب میں آتا ہے، اور یہ سیکیورٹی اور ڈپازٹ سے متعلق ہے جو اس عدالت میں اپیل کو ترجیح دینے کا ارادہ رکھنے والے فریق کو سرٹیفکیٹ کی منظوری پر پیش کرنے اور کرنے کی ضرورت ہے۔ آرڈر 45، قاعدہ 7 (1) (اے) میں کہا گیا ہے کہ جہاں سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے، درخواست گزار نوے دن یا اس طرح کی مزید مدت کے اندر، ساٹھ دن سے زیادہ نہیں، جس کی عدالت وجہ سے اجازت دے، شکایت شدہ فرمان کی تاریخ سے، یا سرٹیفکیٹ کی منظوری کی تاریخ سے چھ ہفتوں کے اندر، جو بھی بعد کی تاریخ ہو، مدعا علیہ کے اخراجات کے لیے نقد یا سرکاری سیکیورٹیز میں سیکیورٹی فراہم کرے گا۔ لفظ "نوے دنوں کے اندر یا ایسی مزید مدت جو ساٹھ دنوں سے زیادہ نہ ہو" جو اصول کے پہلے حصے میں آتا ہے، کو 1920 کے ایکٹ 26 کے ذریعے ان الفاظ "چھ ماہ" کے متبادل کے طور پر شامل کیا گیا ہے جو اصل میں مذکورہ اصول میں نافذ کیے گئے تھے۔ یہ مشترکہ بنیاد ہے، اور درحقیقت یہ متنازعہ نہیں ہے، کہ 1920 میں کی گئی ترمیم سے پہلے ہائی کورٹس کے پاس ٹھوس اور تسلی بخش وجوہات کی بنا پر سیکیورٹی فراہم کرنے کے لیے وقت بڑھانے کا دائرہ اختیار تھا۔ برجور اور بھوانی پرشاد بنام مسماۃ بھاگنا ((1883) ایل آر 11 آئی اے 7) میں پریوی کونسل نے کلکتہ ہائی کورٹ کے فل بینچ کے اس نظریے سے اتفاق کرتے ہوئے فیصلہ دیا تھا کہ کوڈ آف 1877 (ایکٹ ایکس آف 1877) کی دفعہ 602 کے الفاظ، اپیل میں سیکیورٹی دینے کے لیے وقت میں توسیع کے حوالے سے صرف ہدایت تھے اور ہائی کورٹ میں ٹھوس وجہ سے وقت میں توسیع دینے کا دائرہ اختیار تھا۔ دوسرے لفظوں میں،

قانون کے ذریعہ مقرر کردہ چھ ماہ کے وقت کو ٹھوس وجہ کے بغیر نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ آرڈر 45، قاعدہ 7 کی دفعات کے تحت اس فیصلے کے نتیجے میں، جیسا کہ وہ 1920 کے ترمیم شدہ ایکٹ 26 کے منظور ہونے تک قائم رہے، تمام ہائی کورٹس سیکیورٹیز پیش کرنے کے معاملے میں اپنے دائرہ اختیار کا مستقل استعمال کرتی رہیں اور توسیع شدہ وقت جہاں وہ مطمئن ہوں کہ ایسا کرنے کی ایک مناسب اور درست وجہ تھی۔ ہمارے فیصلے کے لیے جو سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا 1920 میں کی گئی ترمیم سے اس موقف کو تبدیل کیا گیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ ترمیم کا مقصد پریوی کونسل کے سامنے کی گئی اپیلوں کے حتمی فیصلے کو تیز کرنا تھا، اور اس لیے اب پابندی والے الفاظ متعارف کرائے گئے ہیں جس کے تحت اصول کے پہلے حصے کے ذریعے مقرر کردہ مدت کو 150 دن سے زیادہ نہیں بڑھایا جا سکتا؛ لیکن، کیا ان پابندی والے الفاظ کا استعمال اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ہائی کورٹس میں کافی وجہ کے لیے مدت میں توسیع کرنے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں ہے؟ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ترمیم سے پہلے بھی چھ ماہ کی مدت کا اشارہ دیا گیا تھا، یہ ماننا کچھ مشکل معلوم ہوتا ہے کہ پابندی والے الفاظ کے استعمال سے مدت کو 150 دن تک محدود کر کے مقننہ نے پہلے سے موجود دائرہ اختیار کو چھیننے کا ارادہ کیا تھا۔ ہائی کورٹس ایک معقول وجہ سے مدت میں توسیع کرنے کے لیے۔ دکھائے گئے اچھے مقصد کے لیے مدت کو بڑھانے کے دائرہ اختیار کو صرف ترمیم میں متعارف کرائی گئی پابندی کی شق کے استعمال سے مضمرات کے ذریعے ہٹانے کا ارادہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اس کے علاوہ، یہ بات قابل ذکر ہے کہ ترمیم کے بعد بھی کوئی خاص شق موجود نہیں ہے جو حکم 45، قاعدہ 7 کی تعمیل میں ناکامی کے اثر کو فراہم کرتی ہو۔ قاعدہ 8 ان معاملات سے متعلق ہے جہاں سیکیورٹی پیش کی گئی ہے اور جمع کرائی گئی ہے، اور اس میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ سیکیورٹی پیش کیے جانے اور جمع کیے جانے پر عدالت قبول شدہ اپیل کا اعلان کرے گی، مدعا علیہ کو اس کا نوٹس دے گی، سپریم کورٹ کو ریکارڈ فراہم کرے گی جیسا کہ اس میں فراہم کیا گیا ہے، اور کسی بھی فریق کو ایک یا زیادہ مستند کاپیاں دے گی جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ ایسا کوئی قاعدہ نہیں ہے جو قاعدہ 7 کے تحت دیے گئے حکم کی عدم تعمیل کے نتائج کا تعین کرتا ہو۔ اس شق کو بنانے میں ناکامی بے معنی نہیں ہے کیونکہ قاعدہ 11 واضح طور پر قاعدہ 10 کے تحت دیے گئے حکم کی تعمیل کرنے میں ناکامی کے اثر کے لیے فراہم کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں، جہاں عدالت اپیل کنندہ سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اپنے طے شدہ وقت کے اندر دیگر اور کافی سیکیورٹی فراہم کرے،

یا اسی وقت کے اندر مطلوبہ ادائیگی کرے، اور اپیل کنندہ مذکورہ حکم کی تعمیل کرنے میں ناکام رہتا ہے، قاعدہ 11 واضح طور پر فراہم کرتا ہے کہ اپیل کنندہ کی اس طرح کی ناکامی پر کارروائی روک دی جائے گی اور اپیل سپریم کورٹ کی طرف سے حکم کے بغیر آگے نہیں بڑھے گی اور اس دوران اپیل کردہ فرمان پر عمل درآمد روک نہیں دیا جائے گا۔ اس طرح یہ دیکھا جائے گا کہ جہاں مقننہ کا ارادہ ہے کہ کسی مخصوص حکم کی تعمیل کرنے میں ناکامی کسی مخصوص نتیجے کے نتیجے کا باعث بنے، اس نے اس سلسلے میں ایک مناسب التزام کیا ہے، اور اس لیے قاعدہ 7 کے تحت دیے گئے حکم کی عدم تعمیل کے نتیجے کے حوالے سے ایسی کوئی شق کرنے میں ناکامی سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ وقت بڑھانے کا عدالت کا دائرہ اختیار چھیننے کا ارادہ نہیں تھا۔ چونکہ یہ عدالت کے لیے وقت بڑھانے کے لیے کھلا ہے اس لیے مقننہ نے سوچا ہوگا کہ یہ فیصلہ کرنا عدالت کی صوابدید پر چھوڑ دیا جانا چاہیے کہ آیا قاعدہ 7 کے تحت اس کے حکم کی تعمیل کرنے میں ناکامی کو معاف کیا جانا چاہیے اور سیکیورٹی فراہم کرنے کے لیے مدت میں توسیع کی جانی چاہیے، یا آیا ڈیفالٹ کو معاف نہیں کیا جانا چاہیے اور اس لیے سرٹیفکیٹ کو منسوخ کر دیا جانا چاہیے۔ ہماری رائے میں، اس لیے، حکم 45، قاعدہ 7 کو پڑھنا، جیسا کہ مذکورہ حکم کی دیگر متعلقہ دفعات کے ساتھ ترمیم کی گئی ہے، یہ ماننا مشکل ہوگا کہ ہائی کورٹ کو مذکورہ حکم کے تحت سیکیورٹی فراہم کرنے کے لیے وقت بڑھانے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں ہے۔ 1920 کی ترمیم سے پہلے ہائی کورٹس کے پاس وقت بڑھانے کا دائرہ اختیار تھا اور 1920 کی ترمیم نے اس سلسلے میں کوئی فرق نہیں ڈالا۔

ایک اور قانونی شق ہے جو اسی نتیجے کی طرف لے جاتی ہے، اور وہ ہے آئین کے آرٹیکل 145 کے تحت اپنے قواعد سازی کے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے اس عدالت کے ذریعے بنائے گئے سپریم کورٹ کے قواعد کا حکم XII، قاعدہ 3۔ قاعدہ 3 اس طرح پڑھا جاتا ہے :

جہاں کوئی اپیل کنندہ، ہائی کورٹ سے سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے بعد، سیکیورٹی پیش کرنے یا مطلوبہ ڈپازٹ کرنے میں ناکام رہتا ہے، تو وہ عدالت، اپنی تحریک پر یا مدعاعلیہ کی طرف سے اس طرف سے کی گئی درخواست پر، سرٹیفکیٹ کو منسوخ کر سکتی ہے اور اپیل کے اخراجات اور اپیل کنندہ کی طرف سے درج کردہ سیکیورٹی کے بارے میں ایسی ہدایات دے سکتی ہے جو وہ مناسب سمجھے یا ایسا مزید یا دوسرا حکم دے سکتی ہے جو کیس کے انصاف کے لیے ضروری ہو۔

یہ قاعدہ بالکل پریوی کونسل رولز کے قاعدے 9 سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس قاعدے کی منصفانہ تعمیر پر اس میں کوئی شک نظر نہیں آتا کہ اگر کوئی فریق ہائی کورٹ سے سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے بعد

سیکیورٹی فراہم کرنے یا مطلوبہ ڈپازٹ کرنے میں ناکام رہتا ہے تو وہ ہائی کورٹ کے لیے دو کورسز میں سے کسی ایک کو اپنانے کے لیے کھلا ہے۔ وہ سرٹیفکیٹ کو منسوخ کر سکتا ہے اور اپیل کے اخراجات اور اپیل کنندہ کی طرف سے درج سیکیورٹی کے بارے میں ہدایات دے سکتا ہے یا وہ اس طرح کا مزید یا دوسرا حکم دے سکتا ہے جس کی کیس کے جسٹس کو ضرورت ہو۔ اور اس سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ ہائی کورٹ کو اس سوال پر غور کرنے کا دائرہ اختیار ہے کہ آیا کیس کے انصاف کے لیے ضروری ہے کہ پہلے سے دی گئی سرٹیفکیٹ کو منسوخ نہیں کیا جانا چاہیے اور پارٹی کو سیکیورٹی فراہم کرنے یا مطلوبہ ڈپازٹ کرنے کے لیے مزید وقت دیا جانا چاہیے۔ قاعدہ 3 کی آخری شق اس طرح کے مزید یا دوسرے حکم سے مراد ہے جس کی مقدمے کے انصاف کے لیے ضرورت ہوتی ہے، اور اس کا مطلب لازمی طور پر سرٹیفکیٹ کو منسوخ کرنے کے حکم کے علاوہ اور اس سے مختلف حکم ہونا چاہیے۔ یہ سچ ہے کہ اس اصول کے پیچھے کا ارادہ مختلف اور بہتر انداز میں ظاہر کیا گیا ہو سکتا ہے لیکن اصول کا مقصد واضح اور غیر واضح ہے اور اس کی تعمیر میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ سیکیورٹی فراہم کرنے یا وقت پر ڈپازٹ کرنے میں ناکامی لامحالہ نہیں ہوتی اور ہر صورت میں سرٹیفکیٹ کی منسوخی کا باعث بنتی ہے۔ مذکورہ ناکامی کے باوجود مقدمے کے انصاف کے مطابق کچھ اور یا دوسرا حکم عدالت اب بھی اپنی صوابدید پر منظور کر سکتی ہے، اور ہماری رائے میں، اس کا مطلب ڈیفالٹ کو معاف کرنے اور سیکیورٹی فراہم کرنے یا مطلوبہ ڈپازٹ کرنے کے لیے مزید وقت دینے کا حکم ہونا چاہیے۔ اگر سپریم کورٹ رولز کے آرڈر XII، رول 3 کے اثر کے بارے میں یہ صحیح موقف ہے تو اس کے بعد یہ ہوگا کہ ہائی کورٹس کو سیکیورٹی فراہم کرنے کے لیے وقت بڑھانے کا دائرہ اختیار ہوگا چاہے 1920 میں اس کی ترمیم کے بعد آرڈر 45 کے رول 7 نے مذکورہ دائرہ اختیار کو چھین لیا ہو۔ ضابطے کے سیکشن 112 میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ ضابطے میں موجود کسی بھی چیز کو، دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ، سپریم کورٹ کے بنائے ہوئے کسی بھی قواعد میں مداخلت کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا، اور فی الحال نافذ العمل، اس عدالت میں اپیلوں کی پیش کش یا اس عدالت کے سامنے ان کے طرز عمل کے لیے۔ لہذا، اگر حکم بارہویں، قاعدہ 3، واضح طور پر تسلیم کرتا ہے اور ہائی کورٹس کو دائرہ اختیار دیتا ہے کہ وہ سیکیورٹی فراہم کرنے یا کسی مناسب معاملے میں ڈپازٹ کرنے کے لیے وقت میں توسیع کرے کہ حکم 45 کے قاعدہ 7 کے ذریعے اس شق میں مداخلت نہیں کی جائے گی۔ اس طرح، آرڈر 45 کے قاعدہ 7 کی دفعات کے علاوہ، ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کلکتہ ہائی کورٹ کے پاس موجودہ معاملے میں سیکیورٹی فراہم کرنے کے لیے وقت بڑھانے کا دائرہ اختیار تھا۔ تاہم، جیسا کہ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ آرڈر 45 کے رول 7 میں

ترمیم واقعی وقت بڑھانے کے لیے ہائی کورٹس کے پہلے سے موجود دائرہ اختیار کو نہیں چھینتی ہے، اور اس لیے مذکورہ رول اور سپریم کورٹ رولز کے آرڈر XII، رول 3 کے درمیان مکمل ہم آہنگی ہے۔

اس سوال پر کلکتہ ہائی کورٹ کے علاوہ ہندوستان کی تمام ہائی کورٹس کے فیصلوں میں عدالتی رائے کا اتفاق رائے ظاہر ہوتا ہے جس نے پچھلے کچھ سالوں سے اختلاف رائے کا اظہار کیا ہے۔ ایسے بہت سے فیصلوں سے نمٹنا غیر ضروری ہے جن پر مسٹر چٹرجی اپنے تنازعات کی حمایت میں انحصار کرتے تھے۔ صرف ان کا ذکر کرنا کافی ہوگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ہائی کورٹس میں موجودہ سوال کو فل بنچ کے پاس بھیج دیا گیا تھا اور فل بنچ کے فیصلوں میں اس رائے کو منفی قرار دیا گیا ہے جو بظاہر مذکورہ ہائی کورٹس میں ڈویژن بنچوں نے پہلے کے مواقع پر لیا تھا کہ ہائی کورٹس کو وقت بڑھانے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں تھا (زیر: نیلکنتھ بلونت ناٹو و دیگران بنام شری سچدانند ودیا نرسنہا بھارتی و دیگران (1927) آئی ایل آر 51 بمبئی 43) (فل بنچ)؛ بشنا تھ سنگھ و دیگران بنام بلونت راؤ نائک کالیا و دیگران (آئی ایل کے (1930) آل 549) (فل بنچ)؛ غلام حسین بنام منصور بیگ و دیگران (آئی ایل آر (1952) ناگالینڈ 4069) (فل بنچ)؛ لچمیشور پرساد شکول بنام گردھاری لال چودھری (1940) آئی ایل آر 19 پٹنہ 123) (فل بنچ)؛ غلام رسول بنام غلام قطب الدین (942) آئی ایل آر 23 لاہور 447) (فل بنچ)؛ تھوٹا پچایا و دیگران بنام ایم ویداننا نرسمہا چاریلو اور دیگران (آئی ایل آر (1956) آندھرا 55) (فل بینچ)؛ اور اسماعیل پائپرڈی بنام مومن بی بی اور دیگران (1939) رنگون ایل آر 668) (فل بینچ)۔

یہاں تک کہ کلکتہ میں بھی کلکتہ ہائی کورٹ نے رائے جوتندر ناتھ چودھری و دیگران بنام رائے پرسنا کمار بنرجی بہادر و دیگران ((آئی ایل آر (1956) آندھرا 55) کے ایک فل بنچ کے ذریعے یہ فیصلہ دیا تھا کہ ہائی کورٹ کو کوڈ کی دفعہ 602 کے ذریعے فراہم کردہ وقت میں توسیع کرنے کا اختیار حاصل ہے تاکہ اپیل کے تحت کیس کے ریکارڈ کا ترجمہ، نقل، انڈیکسنگ اور پریوی کونسل کو منتقل کرنے کی تخمینہ لاگت جمع کی جا سکے، لیکن یہ بھی شامل کیا گیا کہ عدالت کو بغیر کسی ٹھوس وجہ کے وقت میں توسیع نہیں کرنی چاہیے۔ اس نتیجے کی حمایت میں ہائی کورٹ نے برجور اور بھوانی پرشاد ((1883) ایل آر 11 آئی اے 7) کے معاملے میں پریوی کونسل کے فیصلے پر بھروسہ کیا۔ اسی رائے کا اظہار مذکورہ ہائی کورٹ نے ہریندر لال چودھری بنام شریمتی ہری داسی دیبی ((1909) 14 سی۔ڈبلیو۔این۔420) میں کیا تھا۔ جہاں یہ فیصلہ دیا گیا کہ ہائی کورٹ کو عدالت میں اخراجات جمع کرنے کے لیے وقت بڑھانے کا

اختیار ہے لیکن اسے کچھ ٹھوس وجوہات کے بغیر ایسا نہیں کرنا چاہیے۔اس نتیجے پر پہنچنے میں عدالت نے رائے جیوتیندر ناتھ چودھری ((1906) 11 سی ڈبلیو این 1104) کے معاملے میں اپنے پہلے فیصلے کی پیروی کی۔تاہم، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راج کمار گووند نارائن سنگھ و بنامان بنام شام لال سنگھ و بنامان ((1934) 39 سی ڈبلیو این 651) چیف جسٹس رنکن اور جسٹس گھوش نے اس کے برعکس نظریہ اختیار کیا اور کہا کہ آرڈر 45، رول 7 کے تحت سیکیورٹی فراہم کرنے کے لیے وقت بڑھانے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں ہے، جیسا کہ 1920 میں ترمیم کی گئی تھی۔احترام کے ساتھ، ایسا لگتا ہے کہ عدالت کے سامنے اس سوال پر مکمل طور پر بحث نہیں کی گئی ہے، کیونکہ فیصلے میں پریوی کونسل رولز کے آرڈر 45، رول 7 یا رول 9 کی متعلقہ دفعات کو سمجھنے کے سوال پر بحث نہیں کی گئی ہے، اور درحقیقت اس نکتے پر عدالت کے پہلے فیصلوں کا بھی حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔اس کے باوجود، اس فیصلے کی بعد میں پیروی کی گئی اور اس کی وجہ سے مذکورہ ہائی کورٹ میں مستقل عمل ہوا جس پر دانشور ججوں نے موجودہ معاملے میں وقت کی توسیع کے لیے اپیل کنندہ کی درخواست کو مسترد کرنے پر بھروسہ کیا ہے۔اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہوسکتی ہے کہ جب یہ سوال اکم الدین چودھری بنام فتح چند مہیسری و دیگران ((1939) 44 سی ڈبلیو این 920) میں کلکتہ ہائی کورٹ کے سامنے دوبارہ اٹھایا گیا تو چیف جسٹس ڈربی شائر کو نیلکنتھ بلونت ناٹو ((1927) آئی ایل آر 51 بمبئی 430) میں بمبئی ہائی کورٹ کے فل بینچ کے فیصلے کی طرف اس دلیل کی حمایت میں بھیجا گیا تھا کہ سیکیورٹی فراہم کرنے کے لیے وقت بڑھانے کا دائرہ اختیار ہے، لیکن انہوں نے مشاہدہ کیا کہ اگرچہ وہ مذکورہ فل بینچ کے فیصلے کا بہت احترام کرتے ہیں لیکن راج کمار گووند نارائن سنگھ ((1934) 39 سی ڈبلیو این 651) کے معاملے میں کلکتہ ہائی کورٹ کا ایک متضاد فیصلہ تھا اور اس لیے وہ مذکورہ فیصلے پر عمل کرنے اور موجودہ عمل کے مطابق ہونے کے پابند تھے۔ہماری رائے میں، راج کمار گووند نارائن سنگھ ((1934) 39 سی ڈبلیو این 651) کے معاملے میں چیف جسٹس رینکن کے فیصلے کے بعد سے کلکتہ ہائی کورٹ میں رائج عمل کوڈ کے آرڈر 45، رول 7، یا سپریم کورٹ رولز کے آرڈر XII، رول 3 کی دفعات کے ذریعے جائز نہیں ہے۔ہمیں اس کے مطابق یہ ماننا چاہیے کہ ہائی کورٹ نے یہ فیصلہ دیتے ہوئے غلطی کی تھی کہ اس کے پاس اپیل گزاروں کی طرف سے سیکیورٹی فراہم کرنے کے لیے وقت بڑھانے کی درخواست پر غور کرنے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں تھا۔اس نظریے پر جو اس نے لیا، ہائی کورٹ نے فطری طور پر اپیل گزاروں کی خوبیوں کا جائزہ نہیں لیا، اس بات میں آسانی ہے کہ تاخیر کو معاف کرنے کے لیے کافی اور ٹھوس وجوہات تھیں۔

لہٰذا ہم اپیل کی اجازت دیں گے، ہائی کورٹ کے ذریعے منظور کردہ حکم کو کالعدم قرار دیں گے اور اپیل کنندگان کی درخواست کو قانون کے مطابق نمٹانے کے لیے معاملہ اس عدالت کو بھیجیں گے۔ اس معاملے کے حالات میں اخراجات کے حوالے سے کوئی حکم نہیں ہوگا۔

اپیل کی اجازت دی گئی۔

Javeed Ahmed Geelani
2024.05.09 16:03
I am the author of this document